مجلس خدام الاحمدیہ کینیڈا کا ماہوار رسالہ
نومبر ۲۰۲۴

86 YEARS

MAJLIS KHUDDAMUL AHMADIYYA

فہرست مضامین

فہرست مضامین	صفحہ نمبر

اگر آپ خدام الاحمدیہ کینیڈا کے ماہانہ رسالہ النداء میں کوئی مضمون یا اپنی کوئی نظم بھجوانا چاہتے ہیں تو مندرجہ ذیل ای میل پر ہم سے رابطہ کریں۔

ISHAAT@KHUDDAM.CA

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ

تُو کتاب میں سے، جو تیری طرف وحی کیا جاتا ہے، پڑھ کر سنا اور نماز کو قائم کر۔ یقیناً نماز بے حیائی اور ہر ناپسندیدہ بات سے روکتی ہے۔ اور اللہ کا ذکر یقیناً سب (ذکروں) سے بڑا ہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

سورۃ العنکبوت، آیت 46

العنکبوت:۴۶

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ " أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ، يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا، مَا تَقُولُ ذَلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ ". قَالُوا لاَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا. قَالَ " فَذَلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُو اللَّهُ بِهَا الْخَطَايَا "

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: بھلا بتاؤ تو سہی کہ اگر تم میں سے کسی ایک کے دروازے کے پاس ندی ہو جس میں وہ ہر روز پانچ دفعہ نہائے۔ تمہارا کیا خیال ہے یہ (نہانا) اس کی کچھ میل باقی رہنے دے گا؟ انہوں نے جواب دیا کہ کوئی میل بھی نہیں رہنے دے گا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ پانچوں نمازوں کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب مَوَاقِيتِ الصَّلاَةِ، باب الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ كَفَّارَةٌ)

اقامتِ صلوٰۃ

اس کے بعد متقی کی شان میں آیا ہے وَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ (البقرۃ:۴) یعنی وہ نماز کو کھڑی کرتا ہے۔ یہاں لفظ کھڑی کرنے کا آیا ہے یہ بھی اس تکلف کی طرف اشارہ کرتا ہے جو متقی کا خاصہ ہے یعنی جب وہ نماز شروع کرتا ہے تو طرح طرح کے وساوس کا اسے مقابلہ ہے جن کے باعث اس کی نماز گویا بار بار گرتی پڑتی ہے جس کو اس نے کھڑا کرنا ہے۔ جب اس نے اللہ اکبر کہا تو ایک ہجوم وساوس ہے جو اس کے حضور قلب میں تفرق ڈال رہا ہے وہ ان سے کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے۔ پریشان ہوتا ہے۔ ہر چند حضور و ذوق کے لئے لڑتا مرتا ہے لیکن نماز جو گری پڑتی ہے بڑی جان کنی سے اسے کھڑا کرنے کے فکر میں ہے۔ بار بار اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کہہ کر نماز کے قائم کرنے کے لئے دعا مانگتا ہے اور ایسے الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کی ہدایت چاہتا ہے جس سے اس کی نماز کھڑی ہو جاوے۔ ان وساوس کے مقابل میں متقی ایک بچہ کی طرح ہے جو خدا کے آگے گڑگڑاتا ہے۔ روتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اَخۡلَدَ اِلَی الۡاَرۡضِ (الاعراف :۱۷۷) ہو رہا ہوں سو یہی وہ جنگ ہے جو متقی کو نماز میں نفس کے ساتھ کرنا ہے اور اسی پر ثواب مترتّب ہو گا۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو نماز میں وساوس کو فی الفور دور کرنا چاہتے ہیں حالانکہ وَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ کی منشا کچھ اور ہے۔ کیا خدا نہیں جانتا؟ حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول ہے کہ ثواب اس وقت تک ہے جب تک مجاہدات ہیں اور جب مجاہدات ختم ہوئے تو ثواب ساقط ہو جاتا ہے۔ گویا صوم و صلوٰۃ اس وقت تک اعمال ہیں جب تک ایک جدوجہد سے وساوس کا مقابلہ ہے لیکن جب ان میں ایک اعلیٰ درجہ پیدا ہو گیا اور صاحب صوم و صلوٰۃ تقویٰ کے تکلف سے بچ کر صلاحیت سے رنگین ہو گیا تو اب صوم و صلوۃ اعمال نہیں رہے۔ اس موقع پر انہوں نے سوال کیا ہے کہ کیا اب نماز معاف ہو جاتی ہے؟ کیونکہ ثواب تو اس وقت تک تھا جس وقت تک تکلف کرنا پڑتا تھا۔ سو بات یہ ہے کہ نماز اب عمل نہیں بلکہ ایک انعام ہے۔ یہ نماز اس کی ایک غذا ہے، اس کے لئے قرۃ العین ہے۔ یہ گویا نقد بہشت ہے۔ مقابل میں وہ لوگ جو مجاہدات میں ہیں وہ کُشتی کر رہے ہیں اور یہ نجات پا چکا ہے۔ سو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا سلوک جب ختم ہوا تو اس کے مصائب بھی ختم ہو گئے مثلاً ایک مخنث اگر کہے کہ وہ کبھی کسی عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا تو وہ کون سی نعمت یا ثواب کا مستحق ہے۔ اس میں تو صفت بد نظری ہے ہی نہیں لیکن ایک مرد صاحب رجولیت اگر ایسا کرے تو ثواب پاوے گا۔ اسی طرح انسان کو ہزاروں مقامات طے کرنے پڑتے ہیں۔ بعض بعض امور میں اس کی مشاقی اس کو قادر کر دیتی ہے۔ نفس کے ساتھ اس کی مصالحت ہو گئی اب وہ ایک بہشت میں ہے لیکن وہ پہلا سا ثواب نہیں رہے گا۔ وہ ایک تجارت کر چکا ہے جس کا اب وہ نفع اٹھا رہا ہے لیکن پہلا رنگ نہ رہے گا۔ انسان میں ایک فعل تکلف سے کرتے کرتے اس میں طبعیت کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک شخص جو طبعی طور سے لذّت پاتا ہے وہ اس قابل نہیں رہتا کہ اس کام سے ہٹایا جاوے۔ وہ طبعاً یہاں سے ہٹ نہیں سکتا۔ سو اتّقا اور تقویٰ کی حد تک پورا انکشاف نہیں ہوتا۔ وہ ایک قسم کا دعویٰ ہے۔

(ملفوظات جلد 1، صفحہ 25-26)

فرمان

خلیفۂ وقت

اسی طرح میں یہاں ایسے لوگوں کی درستی کرنا چاہتا ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ نہ ہمیں نمازوں کے متعلق کہو، نہ پوچھو کیونکہ یہ ہمارا اور خدا کا معاملہ ہے۔ کئی عورتوں کی شکایت آتی ہے کہ اگر ہم اپنے خاوندوں کو توجہ دلائیں تو وہ لڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو میں کہتا ہوں کہ یہ بیشک بندے اور خدا کا معاملہ ہے لیکن توجہ دلانا اور پوچھنا نظام جماعت کا کام ہے۔ اسی طرح بیویوں کا بھی کام ہے بلکہ فرض ہے۔ اگر صرف اتنا ہی ہوتا کہ مرضی ہوتی یا مرضی ہوئی تو پڑھ لوں گا، نہ ہوئی تو نہیں۔ یا فجر کی نماز پر ہم گہری نیند سوتے ہیں اور دن بھر کے تھکے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے رات کو گہری نیند آتی ہے اس لئے ہمیں جگانا نہیں۔ اگر یہ مرضی پر ہوتا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیوی اور خاوند کو یہ ارشاد نہ فرماتے کہ جو نماز کے لئے پہلے جاگے وہ دوسرے کو نماز کے لئے جگائے اور اگر نہ جاگے یا سستی دکھائے تو پانی کے چھینٹے مارے۔ بعض جگہ تو آپ نے بہت زیادہ سخت تنبیہ فرمائی ہے۔ گزشتہ جمعہ میں بعض احادیث مَیں نے پیش بھی کی تھیں۔ پس یہ سوچ غلط ہے کہ ہم ایسے معاملے میں آزاد ہیں۔ ہمارا اور خدا کا معاملہ ہے۔ جس نظام سے اپنے آپ کو منسلک کر رہے ہیں اگر وہ اپنی جماعت کا جائزہ لینے کے لئے نمازوں کی ادائیگی کے بارے میں استفسار کرتا ہے تو بجائے چِڑنے اور غصہ میں آنے کے تعاون کرنا چاہئے۔ ہاں اگر انسان خود نمازیں پڑھ کر پھر دنیا کو بتانے والا ہو اور بتاتا پھرے اور بڑے فخر سے بتائے کہ میں نمازیں باجماعت پڑھتا ہوں تو پھر یہ برائی ہے اور غلط ہے۔ بہر حال ہر ایک پر نمازوں کی اہمیت واضح ہونی چاہئے اور اس کے لئے اسے بڑے اہتمام سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(خطبہ جمعہ 27 / جنوری 2017ء)

مُنکِر و فَحشَا سے انساں کو بچاتی ہے نماز
رحمتیں اور برکتیں ہمراہ لاتی ہے نماز

اِبتدا سے اِنتہا تک ہے سراسر یہ دُعا
آدمی کو حق تعالیٰ سے مِلاتی ہے نماز

ذِکر و شکر اللہ کا ہے۔ مومن کا ہے معراج یہ
پنج وقتہ وصل کے ساغَر پِلاتی ہے نماز

(بخارِ دل صفحہ ۱۸۶)

نماز کی عادت

تحریر از حصور احمد ایقان

طالب علم جامعہ احمدیہ کینیڈا

نماز کی عادت

تحریر از حصور احمد ایقان
طالب علم جامعہ احمدیہ کینیڈا

کسی شخص کو اگر اپنے اندر ایک عادت پیدا کرنی ہے تو سب سے پہلے اس عادت کی اہمیت اور لذت کی پہچان ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک شخص بہت جذبے کے ساتھ ایک عادت اپنانے کا فیصلہ کرے مگر وہ ان دو بنیادی امور سے نا آشنا ہو تو عادت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہے گی اور وہ شخص اس کو بے فائدہ اور بے مزہ قرار دے کر اسے چھوڑ دے گا۔ اس مضمون میں ہم حضرت مسیح موعودؑ کے اقوال کی روشنی میں نماز کی اہمیت کو سمجھنے، اس کی حقیقی لذت کو محسوس کرنے، اور اسے ایک عادت بنانے کے عملی طریقوں کو بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے اپنے ساتھ حقیقی تعلق پیدا کرنے کا ایک اہم ذریعہ صلوٰۃ بیان فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اس کے حقیقی معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ”انسان کی روح جب ہمہ نیستی ہو جاتی ہے تو وہ خدا کی طرف ایک چشمہ کی طرح بہتی ہے اور ماسوی اللہ سے اُسے انقطاعِ تام ہو جاتا ہے۔ اس وقت خدائے تعالیٰ کی محبت اس پر گرتی ہے۔ اس اتصال کے وقت ان دو جوشوں سے جو اُوپر کی طرف سے ربوبیت کا جوش اور نیچے کی طرف سے عبودیت کا جوش ہوتا ہے ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کا نام صلوٰۃ ہے۔“[1]

نماز، جو انسان کو خدا کے قریب لے جانے کا ذریعہ ہے، ایک عبادت اور خاص دعا ہے۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے لوگ اسے ”بادشاہوں کا ٹیکس“ سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔ وہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ اصل میں اس سے خدا کو کوئی فائدہ نہیں بلکہ یہ تو انسان کے اپنے فائدے کی چیز ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

> ”نماز کیا ہے؟ یہ ایک خاص دعا ہے مگر لوگ اس کو بادشاہوں کا ٹیکس سمجھتے ہیں۔ نادان اتنا نہیں جانتے کہ بھلا خدا تعالیٰ کو ان باتوں کی کیا حاجت ہے؟ اس کے غناءِ ذاتی کو اس بات کی کیا حاجت ہے کہ انسان دعا، تسبیح اور تہلیل میں مصروف ہو بلکہ اس میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے کہ وہ اس طریق پر اپنے مطلب کو پہنچ جاتا ہے۔“[1]

یہ کہنا کہ خدا کو ہماری عبادت کی ضرورت ہے، ایک غلط فہمی ہے۔ اصل میں نماز سے فائدہ خود انسان کو ہے کہ وہ خدا سے قریب ہو کر اپنی زندگی میں سکون اور مقصد حاصل کرتا ہے۔ انسان سمجھتا نہیں کہ دنیاوی تعلقات عارضی ہیں، جبکہ انسان اور خدا کا تعلق ایک حقیقی اور دائمی تعلق ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

> ”عورت اور مرد کا جوڑا تو باطل اور عارضی جوڑا ہے۔ مَیں کہتا ہوں حقیقی ابدی اور لذت مجسّم جو جوڑ ہے وہ انسان اور خدا تعالیٰ کا ہے۔“[1]

نماز اور دنیاوی لذتوں میں فرق

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

(الذاریات:۵۷)

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔

نماز کو اکثر لوگ ایک بوجھ سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس بارے میں فرمایا کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ لوگ نماز کی لذت سے ناواقف ہیں:

"اسی طرح بے نمازوں کے نزدیک نماز ایک تاوان ہے کہ ناحق صبح اُٹھ کر سردی میں وضو کر کے خوابِ راحت چھوڑ کر اور کئی قسم کی آسائشوں کو کھو کر پڑھنی پڑتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اسے بیزاری ہے وہ اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ اس لذت اور راحت سے جو نماز میں ہے اس کو اطلاع نہیں ہے پھر نماز میں لذت کیونکر حاصل ہو؟"[1]

عبادت کی لذت

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں رکھی جس میں کسی نہ کسی درجے کی لذت نہ ہو۔ جس طرح خوش ذائقہ کھانا بیمار شخص کو مزہ نہیں دیتا، اسی طرح عبادت میں بھی لذت اور سرور ہے، مگر اسے محسوس کرنے والا ہونا چاہیے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس میں لذّت اور ایک خاص حظّ اللہ تعالیٰ نے رکھا نہ ہو۔ جس طرح پر ایک مریض ایک عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ چیز کا مزہ نہیں اُٹھا سکتا اور وہ اُسے تلخ یا بالکل پھیکا سمجھتا ہے اسی طرح وہ لوگ جو عبادت الٰہی میں حظّ اور لذّت نہیں پاتے اُن کو اپنی بیماری کا فکر کرنا چاہیے کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہا ہے دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں خدا تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی لذت نہ رکھی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس عبادت میں اُس کے لئے لذّت اور سُرور نہ ہو۔"[1]

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ تو پھر کیوں ہمیں اس کی عبادت میں سکون اور خوشی محسوس نہ ہو؟ اصل میں یہ لذت موجود ہے مگر اسے محسوس کرنے کے لئے اخلاص اور دل کی آمادگی ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس عبادت میں اُس کے لئے لذت اور سرور نہ ہو۔ لذت اور سرور تو ہے مگر اُس سے حظّ اٹھانے والا بھی تو ہو۔"[1]

نماز سے دوری

افسوس کا مقام ہے کہ آج کل عبادت اور دینداری سے محبت کم ہو گئی ہے، اور اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ لوگ عبادت کو محض ایک رسم سمجھتے ہیں۔ اس رسمی رویے نے خدا کی محبت کو سرد کر دیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"مجھے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ آج کل عبادت اور تقویٰ اور دینداری سے محبت نہیں ہے۔ اس کی وجہ ایک عام زہریلا اثر رسم کا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت سرد ہو رہی ہے اور عبادت میں جس قسم کا مزا آنا چاہیے وہ مزا نہیں آتا۔"[1]

نماز میں اخلاص اور دل کی آمادگی کی ضرورت

بعض افراد نماز کو معاشرتی دباؤ کے تحت ادا کرتے ہیں تاکہ انہیں 'نمازی' یا 'پرہیزگار' کہا جائے، اور وہ اس کی حقیقی لذت سے محروم رہتے ہیں۔ جبکہ اصل مقصد خلوص اور سچی بندگی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"مجھے اور بھی افسوس ہوتا ہے جب مَیں یہ دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ صرف اس لئے نمازیں پڑھتے ہیں کہ وہ دنیا میں معتبر اور قابلِ عزت سمجھے جاویں اور پھر اس نماز سے یہ بات ان کو حاصل ہو جاتی ہے یعنی وہ نمازی اور پرہیزگار کہلاتے ہیں۔ پھر اُن کو کیوں یہ کھا جانے والا غم نہیں لگتا کہ جب جھوٹ موٹ اور بے دلی کی نماز سے ان کو یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے تو کیوں ایک سچے عابد بننے سے ان کو عزت نہ ملے گی اور کیسی عزت ملے گی؟"[1]

انسان دنیاوی خوشیوں کے لئے ہر طرح کی محنت کرتا ہے، مگر ابدی خوشیوں کے لئے وہ وہی تڑپ محسوس نہیں کرتا۔ یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے۔

”دنیااور اس کی خوشیوں کے لئے کیا کچھ کرتا ہے مگر ابدی اور حقیقی راحتوں کی وہ پیاس اور تڑپ نہیں پاتا۔ کس قدر بے نصیب ہے! کیساہی محروم ہے! عارضی اور فانی لذتوں کے علاج تلاش کرتا ہے اور پالیتا ہے۔“[1]

بعض لوگوں کی نمازیں محض ظاہری حرکات تک محدود رہتی ہیں اور دل سے خالی ہوتی ہیں۔ ان کی نماز ایک بوجھ اور رسمی ذمہ داری کے طور پر ادا ہوتی ہے۔

”اگر ساری عمر میں ایک بار بھی اس کو معلوم ہوجاوے تو اس میں ہی فنا ہوجاوے لیکن مشکل تو یہ ہے کہ دنیا میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے اس راز کو نہیں سمجھا اور اُن کی نمازیں صرف ٹکریں ہیں اور اوپرے دل کے ساتھ ایک قسم کی قبض اور تنگی سے صرف نشست وبرخاست کے طور پر ہوتی ہیں۔“[1]

اخلاص سے سرور پانا

نماز کی اہمیت کو سمجھنے اور اس میں حقیقی لذت پانے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ استقامت اور اخلاص کے ساتھ نماز پڑھتے رہنے کی نصیحت کرتے ہیں، تاکہ انسان کو اس میں سرور محسوس ہونے لگے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”مَیں دیکھتاہوں کہ ایک شرابی اور نشہ باز انسان کو جب سرور نہیں آتا تو وہ پَے درپے پیالے پیتا جاتا ہے یہاں تک کہ اُس کو ایک قسم کا نشہ آجاتا ہے۔ دانشمند اور بزرگ انسان اس سے فائدہ اُٹھاسکتا ہے اور وہ یہ کہ نماز پر دوام کرے اور پڑھتا جاوے یہاں تک کہ اُس کو سرور آجاوے اور جیسے شرابی کے ذہن میں ایک لذت ہوتی ہے جس کا حاصل کرنا اس کا مقصود بالذات ہوتا ہے اسی طرح سے ذہن میں اور ساری طاقتوں کا رُجحان نماز میں اُسی سرور کا حاصل کرنا ہو اور پھر ایک خلوص اور جوش کے ساتھ کم ازکم اس نشہ باز کے اضطراب اور قلق وکرب کی مانند ہی ایک دعا پیدا ہو کہ وہ لذت حاصل ہو تو مَیں کہتاہوں اور سچ کہتاہوں کہ یقیناً یقیناً وہ لذت حاصل ہوجاوے گی۔“[1]

حقیقی لذت کی تلاش

اگر ہم دنیا کی عارضی خوشیوں کے لئے اتنی کوشش کرسکتے ہیں، توکیوں نہ ہم نماز کو حقیقی دلچسپی اور اخلاص کے ساتھ اپنائیں تاکہ اس کے روحانی فوائد اور ابدی سکون کو حاصل کرسکیں؟ ایک خلوص دل کے ساتھ ادا کی گئی نماز میں وہ خوشی اور لذت ہے جس کا متبادل کسی اور چیز میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس عادت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حوالہ:[1](ملفوظات جلد 1، صفحہ 145-139)

انتظامیہ کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہر کام کے اعلیٰ نتائج پیدا کرنے کے لئے مستقل مزاجی شرط ہے۔ شروع میں تو ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو بڑے جوش سے کام شروع کرتے ہیں لیکن پھر کچھ عرصے بعد سستی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ انسانی فطرت بھی ہے۔ افراد میں سستی پیدا ہونی اتنے خطرناک نتائج پیدا نہیں کرتی گو کہ یہ بھی بہت قابل فکر بات ہے لیکن نظام میں سستی پیدا ہونا تو انتہائی خطرناک ہے۔ اگر افراد کو توجہ دلانے والا نظام ہی سست ہو جائے یا اپنے کام میں عدم دلچسپی کا اظہار کرنے لگ جائے تو پھر افراد کی اصلاح بھی مشکل ہو جاتی ہے۔

(خطبہ جمعہ 27/جنوری 2017ء)

نماز کی غرض:
خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا

نماز کی غرض و غایت خدا تعالیٰ سے ذاتی تعلق پیدا کرنا اور اس کی یاد کو اپنے دل میں تازہ رکھنا اور اس کے ذریعہ اپنے نفس کو فحشاء اور منکرات سے پاک کرنا اور خدا سے اپنی حاجتیں طلب کرنا ہے اور آنحضرت ﷺ کے ایک ارشاد کے مطابق کامل نماز وہ ہے جس میں نماز پڑھنے والا اس وجدان سے معمور ہو کہ میں خدا کو دیکھ رہا ہوں یا کم از کم یہ کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔

(چالیس جواہر پارے، صفحہ 18)

قسط نمبر 6
فلسفۂ نماز
از حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

نماز وتر ان پانچ فرض نمازوں کے علاوہ ایک نماز وتر کہلاتی ہے اس نماز کی بھی مغرب کی طرح تین رکعتیں ہیں مگر فرق یہ ہے کہ مغرب کی نماز میں پہلے تشہد کے بعد جو تیسری رکعت پڑھی جاتی ہے اس میں سورہ فاتحہ کے بعد قرآن کریم کی زائد تلاوت نہیں کی جاتی لیکن وتر کی نماز میں تیسری رکعت میں بھی سورہ فاتحہ کے بعد قرآن کریم کی چند آیات یا کوئی چھوٹی سورۃ پڑھی جاتی ہے (ترمذی کتاب الصلوۃ ابواب الوتر باب في ما يقرأ به في الوتر) دوسرا فرق اس میں یہ ہے کہ اس نماز کو مغرب کی نماز کے برخلاف دو حصوں میں بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے یعنی یہ بھی جائز ہے کہ دو رکعتیں پڑھ کر تشہد کے بعد سلام پھیر دیا جائے (نسائی كتاب قيام الليل و تطوع النهار باب كيف الوتر بثلاث وباب كيف الوتر بواحدة وكيف الوتر بثلاث) یہ نماز عشاء کے بعد بھی پڑھی جا سکتی ہے اور تہجد کی نماز کے بعد بھی جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

سنتیں ان نمازوں کے علاوہ کچھ سنتیں ہوتی ہیں یعنی ایسی زائد نماز جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بالالتزام ادا فرمایا کرتے تھے اور گو آپؐ ان کو فرض قرار نہ دیتے تھے لیکن ان کی تاکید کرتے رہتے تھے۔ صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتیں ہیں اور بعد میں بھی چار رکعتیں ہیں۔ چار کی جگہ دو دو بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ عصر کے ساتھ کوئی ایسی سنتیں نہیں ہیں۔ مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں اور عشاء کے بعد بھی دو یا چار رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ (ترمذی ابواب الصلوة باب ما جاء فی من صلى في يوم وليلة ثنتى عشرة ركعة من السنة ماله من الفضل وباب ماجاء فی الرکعتین بعد الظهر)اور انہی کے بعد مذکورہ بالا وتر پڑھے جاتے ہیں۔

نماز تہجد ان سنتوں کے علاوہ ایک نماز تہجد کہلاتی ہے نصف شب کے بعد کسی وقت پَو پھٹنے سے پہلے یہ نماز پڑھی جا سکتی ہے مگر جیسا کہ تہجد کے معنوں سے ظاہر ہے یہ نماز سو کر اٹھنے کے بعد پڑھی جانی چاہیے گو کسی وقت سونے کا وقت نہ ملے اور نصف شب گزر جائے تو یوں بھی پڑھ سکتا ہے مگر قرآن کریم نے جو اس کا نام رکھا ہے اس سے بھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقِ عمل سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ عشاء کے بعد آدمی سو جائے اور سونے سے اُٹھ کر یہ نماز ادا کرے اس نماز کا روحانی ترقیات سے بہت گہرا تعلق ہے اور قرآن کریم میں اس کی خاص تعریف آئی ہے (دیکھو سورہ مُزمل آیت 1 تا6) ان کے علاوہ بعض اور سنتیں بھی ہیں جو مؤکّد تو نہیں یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خاص تاکید تو نہیں فرمائی مگر آپ جب موقع ملتا انہیں ادا کرتے تھے ان میں سے ایک اشراق کی نماز ہے یعنی جب سورج نیزہ دو نیزے اوپر آجائے اسی طرح اور بعض نوافل ہیں لیکن حکم یہ ہے کہ جب سورج نکل رہا ہو یا ڈوب رہا ہو یا نصف النہار کا وقت ہو تو نماز ناجائز ہے اور جب دھوپ زَرد ہو جائے تب بھی ناپسندیدہ ہے۔

نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا نمازوں کو ان کے مقررہ وقت پر پڑھنے کا حکم ہے لیکن اگر کسی مجبوری کی وجہ سے مثلاً بارش ہو اور بار بار مسلمانوں کا جمع ہونا مشکل ہو یا کوئی ایسا اجتماعی کام ہو جسے درمیان میں نہ چھوڑا جا سکتا ہو یا سفر ہو تو جائز ہے کہ ظہر اور عصر کی نمازوں کو ملا کر پڑھ لیا جائے اس صورت میں بعض کے نزدیک درمیانی سنتیں معاف ہوتی ہیں اور بعض کے نزدیک پہلی اور پچھلی سنتیں بھی معاف ہوتی ہیں اور میرے نزدیک یہی آخری بات درست ہے۔ مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھنا بھی انہی حالات میں اور اسی طرح جائز ہے جس طرح کہ ظہر اور عصر کا۔ مگر صبح ظہر یا عصر مغرب یا عشاء صبح کا ملا کر پڑھنا جائز نہیں سوائے اس کے کہ کوئی ایسے شدید کام میں ہو کہ اس کا ترک جان کے لئے پر خطر ہو جیسے جہاد میں کہ اگر لڑائی سے ہٹ کر نماز پڑھے تو دشمن قتل کر دے گا یا مثلاً نہر یا دریا کا بند ٹوٹ جائے اور اس کے بند کرنے میں لوگ مشغول ہوں یا آگ لگ جائے اور اس کے بجھانے میں لوگ مشغول ہوں تو ایسے مواقع پر ان نمازوں کو بھی جمع کیا جا سکتا ہے جن کو امن کی حالت میں جمع نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ آفات ملک اور قوم اور شہر کی تباہی کا موجب ہوتی ہیں۔ اس صورت میں بھی ان نمازوں کو جو عام طور پر جمع نہیں ہو سکتیں جمع کرنا جائز ہے کہ کوئی شخص بیہوش ہو جائے اور اس وقت ہوش آئے کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے مثلاً عصر کی نماز کے وقت بیہوش ہو اور عشاء کے وقت ہوش آئے تو عصر اور مغرب جمع کر کے پڑھ لے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ کے موقعہ پر ظہر، عصر مغرب اور عشاء جمع کیں مگر ان مجبوریوں کی وجہ سے جو اوپر بیان ہوئیں ان

نمازوں کا جمع کرنا بھی جائز ہے جو عام طور پر جمع نہیں کی جاسکتیں لیکن جو نماز جان بوجھ کر چھوڑ دی جائے اسے دوسرے موقع پر پڑھنا جائز نہیں یعنی وہ نماز کے طور پر قبول نہ ہوگی اس کا علاج صرف توبہ اور استغفار ہے ہاں! بھول اور نسیان کے سبب سے یا سوتے رہنے کی وجہ سے جو نماز چھوٹ جائے جب بھی یاد آجائے یا آنکھ کھلے اس کا پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ ممنوع وقت نہ ہو جیسے سورج نکل رہا ہو تو سو کر اٹھنے والا انتظار کرے اور جب سورج پوری طرح نکل چکے تو اس وقت نماز ادا کرے۔

(تفسیر کبیر جلد1، صفحہ 166-168)

اخلاق فاضلہ و اعلیٰ تعلیم:
ترقی اور کامیابی کے اصول

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

اس کے بعد میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اخلاق فاضلہ کے بغیر کوئی مذہب قائم نہیں رہ سکتا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کالج میں داخل ہونے کے لئے سکول میں داخل ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ جب تک کوئی سکول میں نہ جائے گا کالج میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح روحانیت میں ترقی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک اخلاق فاضلہ نہ ہوں۔ اگر یہ پوچھے کہ کیا اخلاق فاضلہ مذہب ہیں؟ تو میں کہوں گا نہیں مگر مذہب کے لئے پہلی سیڑھی ہیں جس کے بغیر کوئی مذہب میں داخل نہیں ہو سکتا۔ پس اخلاق مذہب نہیں مگر اخلاق کے بغیر مذہب حاصل نہیں ہو سکتا۔ میں ان دونوں باتوں پر علیحدہ علیحدہ زور دیتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت لوگوں کو دھوکا لگا ہوا ہے کہ اخلاق مذہب ہے اور چونکہ اخلاقی تعلیم سب مذاہب میں پائی جاتی ہے ہندو، بدھ، عیسائی، مسلمان سب یہی کہتے ہیں کہ چوری بری ہے، جھوٹ نہیں بولنا چاہئے، لڑائی فساد نہیں کرنا چاہئے، وغیرہ وغیرہ اس لئے وہ لوگ جو اخلاق کو مذہب قرار دیتے ہیں کہہ دیتے ہیں یہ مختلف مذاہب آپس میں خواہ مخواہ جھگڑے پیدا کرتے ہیں اخلاقی باتوں کو مان لینا کافی ہے۔ مگر خوب یاد رکھو کہ اخلاق بالکل الگ چیز ہیں اور مذہب الگ۔ لیکن اخلاق کے بغیر مذہب حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس اخلاق کو اس لئے ترک نہ کرو اور نہ اس لئے حقیر سمجھو کہ وہ مذہب نہیں اور نہ یہ سمجھو کہ وہ مذہب کا حصہ ہیں۔ ان کو اپنی اپنی جگہ سمجھو اور اخلاق فاضلہ حاصل کرو تا کہ لوگ تمہاری باتوں سے متاثر ہوں۔ تمہاری گفتگو میں ایسی نرمی محبت اور ہمدردی ہو کہ تم ایک ممتاز درجہ رکھو۔ کیونکہ تم اس بات کے مدعی ہو کہ تمہیں سچا مذہب حاصل ہو گیا ہے۔ مگر مذہب تو اخلاق کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اگر تمہارے اخلاق اعلیٰ نہیں تو یہ کس طرح سمجھ لیا جائے کہ تمہیں مذہب حاصل ہو گیا ہے۔ کوئی کہے میں ایف۔ ایس۔ سی میں پڑھتا ہوں مگر اس نے میٹرک پاس نہ کیا ہو تو کس طرح اس کی بات قابل تسلیم ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی میں اخلاقی عیب پائے جاتے ہیں تو دنیا کس طرح اس کی یہ بات ماننے کے لئے تیار ہو سکتی ہے کہ اسے مذہب مل گیا ہے۔ پس تم اخلاق فاضلہ پیدا کرو۔ ان کے بغیر نہ تم دوسروں کو تبلیغ کر سکتے ہو اور نہ خود روحانیت حاصل کر سکتے ہو۔ پھر جب تم کالجوں میں جاتے ہو تو تم پر اور بھی کئی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ماں باپ تم پر اس لئے روپیہ خرچ کرتے ہیں کہ تم تعلیم حاصل کرو۔ نہ کہ تماشے دیکھتے پھرو۔ ہر ایک مسلمان میں یہ غیرت ہونی چاہئے کہ وہ ہر کام میں دوسروں سے اعلیٰ ہو۔ اور میں کسی اچھی بات میں بھی مسلمانوں کو پیچھے نہیں دیکھنا چاہتا مگر ہماری جماعت کے لڑکے اس طرف توجہ نہیں کرتے۔ کیا وجہ ہے کہ پروفیسر ایک ہی ہوتا ہے لیکن ہندو لڑکے بڑھ جاتے ہیں اور مسلمان پیچھے رہ جاتے ہیں۔ تمہیں چاہئے کہ ایسے اعلیٰ طریق پر تعلیم حاصل کرو کہ کسی سے پیچھے نہ رہو بلکہ اول رہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم اپنے مذہبی فرائض کو قربان کر کے تعلیم میں لگے رہو بلکہ یہ کہتا ہوں کہ سینما وغیرہ کو قربان کر کے اپنا وقت تعلیم میں لگاؤ۔ مگر اب یہ نہیں معلوم ہوتا کہ احمدی لڑکوں میں اس بات کی غیرت ہے کہ تعلیم میں دوسروں سے بڑھ جائیں حالانکہ کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی جب تک اس میں یہ جذبہ نہ پایا جائے۔ یہ طبعی مسئلہ ہے کہ کوئی چیز خواہ وہ نباتات میں سے ہو یا حیوانات میں سے اگر اس میں یہ احساس نہ ہو کہ مجھے دوسروں سے بڑھنا ہے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ ایک درخت کے پاس جاؤ جب وہ بیج پیدا کر رہا ہو اور دیکھو کہ کتنے بیج پیدا کرتا ہے۔

(زریں ہدایات جلد 3 صفحہ 133 - 134)

ماخوز از روزنامہ الفضل ۱۴ اگست، ۲۰۲۲

قسط نمبر ۲

خدام الاحمدیہ پر خلافت کی شفقتیں

تحریر از عبید اللہ خان

خدام الاحمدیہ پر خلافت کی شفقتیں

قسط نمبر ۲

دور خلافت ثالثہ

۱۹۶۵ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی المناک رحلت کے بعد خدام الاحمدیہ کی تنظیم نے قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر کے دور میں قدم رکھا۔ اس وقت تک خدام الاحمدیہ کی تنظیم اپنے قیام کے بعد سے ۲۷ سال کا عرصہ خلافت ثانیہ کے زیر سایہ گزار چکی تھی۔ اور اب ایک ایسی شخصیت کو خدا تعالیٰ نے خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا تھا جو خود خدام الاحمدیہ کے بانی کارکنان میں سے تھے اور اس تنظیم کی صدارت کے عہدے پر فائز رہ چکے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جہاں ابتدا سے ہی خدام الاحمدیہ کو اپنی خداداد راہنمائی کی آغوش میں لے لیا وہیں آپؒ کی براہ راست نگرانی اور سرپرستی بھی خدام الاحمدیہ کو میسر رہی۔

خدام کو ماٹو دینا

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مقام خلافت پر متمکن ہوتے ہی دسمبر ۱۹۶۵ء میں خدام الاحمدیہ کو ماٹو دیا جسکے الفاظ آپ نے یہ بیان فرمائے کہ:

"تیری عاجزانہ راہیں اُس کو پسند آئیں۔"

خدام الاحمدیہ کی مجالس کے کام کا جائزہ

حضور رحمہ اللہ نے مئی ۱۹۶۶ء میں مجلس کے مہتممین اور قائدین اضلاع سے خطاب فرمایا جس میں مجالس کے کام اور رپورٹس کے حوالے سے جائزہ لیا۔ اور اس حوالے سے کارکردگی میں جو کمی تھی اس بارے میں توجہ دلائی۔ آپ نے ایک بنیادی معیار کے حصول کے لئے ٹارگٹ مقرر فرمایا۔ آپ نے فرمایا:

"جب تک آپ کے ماتحت یا آپ کے علاقہ یا آپ کے ضلع میں ایک مجلس بھی ایسی ہے جو کم سے کم معیار پر نہیں آئی اگر آپ اس بات سے تسلی پکڑ لیں کہ ہم چونکہ نسبتاً اچھا کام کر کے علَم انعامی حاصل کر لیتے ہیں اس لئے ہم اچھا کام کرنے والے ہیں تو یہ غلطی ہو گی۔"

(مشعل راہ جلد دوم صفحہ ۴)

احمدی نوجوانوں کو وقف زندگی کی تحریک

حضور رحمہ اللہ نے اسی سال یعنی جون ۱۹۶۶ء میں نوجوانوں کو زندگی وقف کرنے کی تحریک فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

"مشرقی افریقہ ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے حالات کا یہ تقاضا ہے کہ ہمارے احمدی نوجوان زیادہ سے زیادہ تعداد میں اپنی زندگیاں وقف کریں اور یہاں مرکز میں رہ
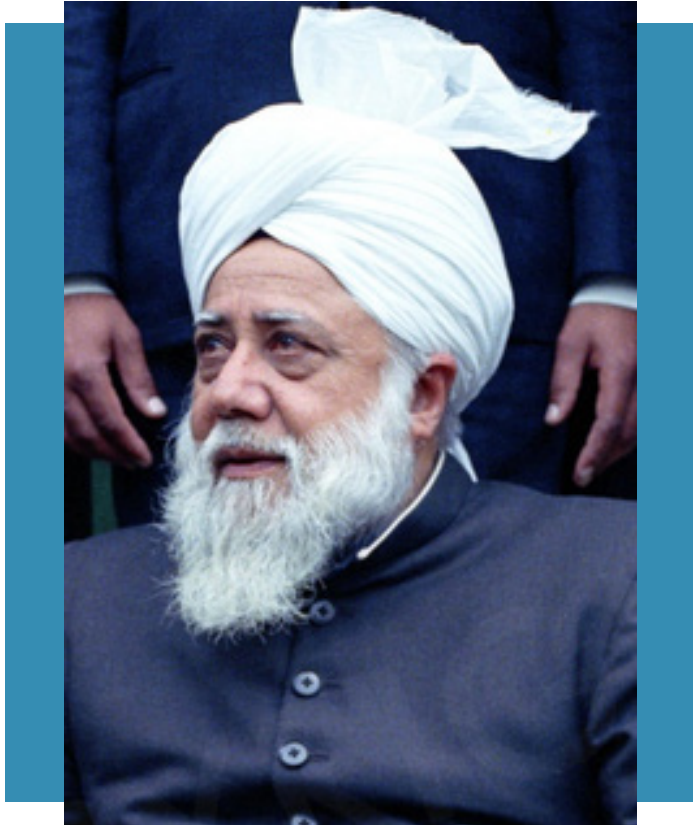
کر تربیت حاصل کریں اور اسکے بعد بیرون پاکستان جاکر تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیں"

(مشعل راہ جلد دوم صفحہ ۸)

وقار عمل، خدمت خلق اور صحت جسمانی کی اہمیت کو از سر نو اجاگر کرنا

حضرت خلیفہ ثالثؒ نے خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۶۶ء سے مورخہ ۲۳ اکتوبر کو باوجود طبیعت کی خرابی اور بخار کے خطاب فرمایا۔ اس خطاب میں آپؒ نے جہاں دیگر تربیتی امور کی طرف خدام کی توجہ دلائی وہیں خدام الاحمدیہ کے بعض شعبوں میں سستی کیطرف بھی نشاندہی فرمائی۔ ان شعبوں میں وقار عمل، خدمت خلق اور صحت جسمانی شامل تھے۔ اس خطاب سے بعض اقتباسات پیش ہیں۔

"ہمارے سپرد ایک کام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے یہ کیا تھا کہ ہم ایک خاص طریق پر وقار عمل منائیں۔ لیکن اب ہم نے اس طریق پر وقار عمل منانا

چھوڑ دیا ہے۔ یا ہم ایک حد تک اس سے غافل ہو گئے ہیں۔۔۔ وقار عمل کی روح یہ ہے کہ ہر احمدی نوجوان کو اس بات کی عادت ڈال دی جائے کہ وہ کسی کام کو بھی ذلیل اور حقیر نہ سمجھے اور جب تک یہ ذہنیت ہمارے نوجوانوں میں پیدا نہ ہو اس وقت تک وہ ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے اہل ہو ہی نہیں سکتے جو ذمہ داریاں خدا تعالیٰ نے ان پر ڈالی ہوئی ہیں۔۔۔ ہر ایک احمدی نوجوان کا فرض ہے کہ وہ خدمت خلق کی طرف بہت ہی توجہ دے۔ خدمت خلق جس منبع سے نکلی ہے پتہ ہے وہ کیا ہے؟ وہ منبع ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کے دل کی کیفیت بتائی گئی ہے۔۔۔ اس ذہنیت کے سر چشمے سے خدام الاحمدیہ کی خدمت خلق کا جذبہ نکلا ہے۔۔۔ جہاں کہیں کوئی مصیبت زدہ ہو اسکی مصیبت دور کرنے کا پہلا فرض آپ کا ہے۔۔۔

تیسری چیز ہے صحت جسمانی۔ آپ کو پتہ ہی ہے کہ میں نے اپنی آدھی عمر خدام الاحمدیہ میں بحیثیت صدر کے گزاری ہے۔ لیکن ایک چیز جو مجھے سمجھ نہیں آتی تھی آج ہی سمجھ آئی ہے۔ جب میں آپ کے لئے سوچ رہا تھا تو میرے دماغ میں آیا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے صحت جسمانی اور ذہانت کو بریکٹ کر کے ایک ہی شعبہ بنا دیا تھا۔ جب میں سوچ رہا تھا تو یکدم میرے ذہن میں قرآن کریم کی ایک آیت کا ٹکڑا آیا اور وہ ٹکڑا یہ ہے اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ (القصص:۲۷) یہ فقرہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان دو لڑکیوں نے اپنے باپ کو کہا تھا جنکے جانوروں کو آپ نے پانی پلایا تھا۔ یعنی اگر تم نے کسی شخص کو اجرت پر ہی رکھنا ہے تو جس شخص کو اجرت پر رکھا جائے اگر اس میں دو خوبیاں پائی جائیں تو وہ بڑا ہی اچھا کام کرنے والا ثابت ہو گا۔ ایک تو وہ مضبوط جسم کا ہو اور دوسرے وہ امین ہو۔ اور لفظ امین میں ذہانت والا پہلو آ جاتا ہے۔۔۔ پس صحت جسمانی کی طرف اور ذہانت کی طرف ہمیں خاص توجہ کرنی چاہئے۔"

خدام الاحمدیہ کے رومال کا نمونہ

مرکزی سالانہ اجتماع کے موقع پر ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۲ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے خدام الاحمدیہ کے لئے ایک رومال تجویز فرمایا۔ اور فرمایا کہ "ہم نے خادم کی علامت کے طور پر ایک رومال تجویز کیا ہے۔۔۔ میں چاہتا ہوں کہ ساری دنیا میں ہر خادم اسلام کے پاس یہ رومال ہونا چاہئے۔"

سائیکل چلانے اور غلیل کے استعمال کی تحریک

حضور رحمہ اللہ نے مورخہ ۲ نومبر ۱۹۷۳ء کے سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ سے خطاب فرماتے ہوئے خدام کو سائیکل چلانے کی تحریک فرمائی۔ اسکے مقاصد جو حضورؒ نے بیان فرمائے وہ جسمانی صحت میں بہتری، بیماریوں سے نجات اور وقت کی بچت تھی۔

اسی خطاب میں حضورؒ نے خدام کو غلیل کے استعمال اور اسے رکھنے کی تحریک بھی فرمائی۔

۔۔۔بقیہ اگلا شمارہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:
کبھی لوگ ایک ہی وقت کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ نمازیں معاف نہیں
ہو تیں. پیغمبروں کو بھی معاف نہیں ہوئیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نئ جماعت آئی۔ انہوں
نے نماز کی معافی چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ جس مذہب میں عمل نہیں
وہ مذہب کچھ نہیں. اس بات کو خوب یاد رکھو۔
(ملفوظات جلد ۱، صفحہ ۲۴۰)